علم کی عظمت اور یورپ کے تعلیمی ادارے

مہر جیون خان

جہاں قومیں بنتی ہیں!

مشرقی ساحل پر امریکہ کے شمالی کونے میں بوسٹن شہر آباد ہے۔ دورِ حاضر کی دو عظیم درس گاہیں یہاں واقع ہیں۔ نام ان کے ہارورڈ اور ایم آئی ٹی ہیں۔ عجیب اتفاق ہے کہ دونوں پاس پاس واقع ہیں۔ اتنا قریب کہ زائر چاہے تو ایک کے کیمپس سے پیدل دوسری کے احاطہ میں چلا جائے۔ یہ وہ خوش نصیب جگہیں ہیں جہاں نہ صرف علم کی انتہائی بلندیوں تک رسائی کا اہتمام ہوتا ہے، بلکہ یہاں پڑھنے پڑھانے والے ہر دم نئی کہکشاؤں کی تلاش میں مگن رہتے ہیں۔ دنیا بھر سے ذہین نوجوان ادھر کا رخ کرتے ہیں، اپنے اپنے فن میں مانے ہوئے ماہرین کی نگرانی میں اپنی اپنی بساط کے مطابق تحصیل علم کے بعد وہ دنیا میں بکھر جاتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ بے نام ذرّوں کی طرح اپنی ہستی مٹادیں بلکہ اس لئے کہ عالمی سطح کی اشرافیہ (Elites) کی صفوں میں شامل ہو کر وہ اپنی قابلیت کا لوہا منوائیں اور کھلم کھلا یا درپردہ مخلوقِ خدا پہ راج کریں۔ ان کے ہاتھوں اَن گنت لوگوں کی تقدیریں بنتی بھی ہیں اور بگڑتی بھی۔

'ہارورڈ' عام یونیورسٹی ہے، جہاں سائنس، عمرانیات، ادب اور روایتی مضامین میں مہارت تامہ حاصل کی جاتی ہے۔ ایم آئی ٹی ٹیکنالوجی کے میدان میں حرفِ آخر ہے۔ امریکہ کی مادّی ترقی کا انحصار زیادہ تر ان لوگوں کے مرہونِ منت ہے جو ان جیسی دانش گاہوں سے فیض یاب ہو کر میدانِ عمل میں اُترے اور نت نئی ایجادات کے نہ ختم ہونے والے سلسلہ کا موجب بنے۔ وہ روشنی اور جلا جو ذہنوں کو یہاں عطا ہوتی ہے، انہیں کندن بنادیتی ہے۔ کوئی مانے نہ مانے وہاں سے اعلیٰ درجوں میں کامیاب ہونے والے لوگ عام انسانوں سے اعلیٰ مخلوق ہوتے ہیں۔ قوتِ فکر نمایاں ہوتی ہے، تخلیقی اعتبار سے وہ بہت آگے ہوتے ہیں۔ ان میں سے کئی گھپ اندھیروں میں ایسے راستے ڈھونڈ نکالتے ہیں جن کی تلاش میں مدتوں سے ہزاروں

www.KitaboSunnat.com

پنڈت اور جوگی سرگرداں رہے ہوتے ہیں اور یوں کاروانِ حیات آگے بڑھتا رہتا ہے۔ یہی لوگ انسانیت کا جوہر اور ترقی کے عمل کے ضامن ہیں۔ انہی کے طفیل کائنات اپنے رازوں سے پردہ اُٹھاتی ہے اور وہ خدا کے رازدانوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔

یہ مخفی رازان بڑے لوگوں پر کھلتے ہیں جنہیں قدرت نے قوموں کی تربیت کا فریضہ سونپا ہوتا ہے۔ جواہر لال اُنہی میں سے ایک تھے۔ دور بین تھے، اس لئے جب مغربی دنیا نے مہرباں ہو کر مدد کرنا چاہی تو انہوں نے ایم آئی ٹی کی طرح کے ٹیکنالوجی انسٹیٹیوٹ Technolgy Institutes مانگ لئے۔ ایک نہیں، اکٹھے چھ۔ نہ صرف یہ ادارے معرضِ وجود میں آ گئے بلکہ یہاں اعلیٰ ترین معیارِ تعلیم کا بھی خاطر خواہ بندوبست کیا گیا۔ سرکاری ادارے بنتے ہی عموماً تنزل کا شکار ہو جایا کرتے ہیں، یہاں ایسا نہیں ہوا۔ معیار برقرار رکھا گیا۔ اساتذہ اور تجربہ گاہوں کے معیار پر کسی قسم کی رعایات روا نہ رکھی گئیں۔ داخلہ بالکل میرٹ پر ہوتا رہا۔ مقابلہ کے امتحان کے ذریعہ جس کے طریق کار میں شک وشبہ کی گنجائش نہ تھی۔ اُمیدواریوں ٹوٹ پڑتے جیسے شہد پر مکھیاں۔ قابل ترین ہی داخلہ پاتے۔ طلب اور رسد کا عالم یہ کہ گذشتہ سال ایک لاکھ اٹھتر ہزار امیدواروں میں سے تین ہزار پانچ سو کو داخلہ مل پایا۔

طالب علموں کے جوش وخروش کا یہ عالم دیکھا تو سرکار نے اس نوعیت کے اور بہت سے ادارے قائم کئے۔ بڑی تعداد میں انجینئر نکلنے لگے۔ قابلیت میں یہ کسی سے پیچھے نہ تھے۔ انتھک محنت کے عادی، مقابلہ کی فضا سے گھبراتے نہ تھے۔ اپنے قدم جمانے کے لئے وہ سنگلاخ سے سنگلاخ زمین پر اُترنے کے لئے تیار تھے۔ انہوں نے باہر کی دنیا میں بھی بڑا نام کمایا اور ملک کے اندر بھی انقلاب برپا کر دیا۔ بنگلور کو نہ صرف کیلے فورنیا کی 'سیلی کون' (Silicon) وادی جو انفارمیشن ٹیکنالوجی کی صنعت میں سرفہرست ہے کے برابر لا کھڑا کیا بلکہ ایک اندازہ کے مطابق وہاں ایک لاکھ بیس ہزار ماہر کام کرتے ہیں، جب کہ بنگلور میں ان کی تعداد ڈیڑھ لاکھ ہے۔ اب حیدرآباد، مدراس، ممبئی اور دہلی بھی پیچھے نہیں رہے۔ ہندوستان سات ارب ڈالر سالانہ آئی ٹی خدمات I.T.Services کی برآمد سے کما رہا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

اس شعبہ کی معروف مشاورتی فرم مکنزے (Mckinsey) نے اندازہ لگایا ہے کہ ۲۰۰۸ء تک ہندوستان آئی ٹی برآمدات سے ۵۷ ملین ڈالر سالانہ کما رہا ہو گا۔

یہ کمال صرف ہندوستان تک ہی محدود نہیں، جہاں بھی ترقی ہوئی ہے، اعلیٰ تعلیم کی برکت سے ہی ہوئی ہے۔ صنعتی انقلاب سب سے پہلے انگلستان میں آیا۔ برطانیہ تعلیم کے میدان میں صدیوں تک صفِ اوّل میں رہا، مگر اب کئی دہائیوں سے وہاں یہ احساس پایا جاتا ہے کہ وہ بہتر سے بہترین کی دوڑ میں پیچھے رہ گئے ہیں۔ اس 'پسماندگی' کی کسک اتنی شدید ہے کہ ٹونی بلیر نے اقتدار سنبھالنے سے پہلے کھلم کھلا اعلان کیا کہ میری ترجیحات میں تعلیم، تعلیم اور تعلیم سرفہرست ہوں گی۔ ان کی حکومت برابر مغزماری میں مبتلا ہے کہ کیسے عظمت کی چوٹیوں کو پھر سے سر کرے.....!!

جاپان کا قصہ تو سبھی کو معلوم ہے۔ مائجی (Meiji) انقلاب کیونکر آیا۔ اس نوجوان شہنشاہ نے رعایا کے سامنے ایک حلف اٹھایا تھا جس میں یہ عہد شامل تھا: "دنیا بھر سے علم حاصل کیا جائے گا تاکہ سلطنت کی بھلائی اور بہبود میں اضافہ کیا جائے۔" پھر ساری قوم ہاتھ دھو کر تعلیم کے پیچھے پڑ گئی۔ نونہالوں کو کتابوں سے لاد دیا گیا۔ سائنس، ادب اور ٹیکنالوجی تو لازمی مضمون تھے ہی، ساتھ ہی سماجی اقدار اور اخلاقیات کو نصاب میں شامل کر دیا گیا۔ جدید اور قدیم کا ایسا خوبصورت امتزاج پیدا ہوا جس پر قربان ہونے کو جی چاہے۔ ٹیکنالوجی میں وہ مہارت حاصل کی کہ قدرتی وسائل کے نہ ہوتے ہوئے بھی صنعتی میدان میں سب کو مات کر دیا۔ اپنے کلچر کا دامن البتہ مضبوطی سے تھامے رکھا۔ عجز و انکسار اپنی جگہ قائم رہا۔ اس عظیم قوم کے کسی فرد سے ملئے تو اس قدر جھک جھک کر کورنش بجالائے گا کہ اس کی کمر میں موچ آجانے کا خدشہ لاحق ہونے لگے گا۔ خوش دلی اور کھلی مسکراہٹ کا تو جواب نہیں۔ ہوٹل کا دربان آپ کو دیکھتے ہی سلام کرتے ہوئے جھکے گا۔ پھر لپک کر چھتری اُٹھائے گا اور تقریباً دہرا ہوتے ہوئے اسے آپ کی خدمت میں پیش کرے گا۔ اس کا چہرہ خوشی اور طمانیت سے تمتما رہا ہو گا۔ یہ سارا جذبہ، یہ مخلصانہ خدمت بالکل بے غرض، بغیر کسی لالچ کے۔ چونکہ بخشش (Tip) وہاں نہ صرف قانوناً منع

www.KitaboSunnat.com

ہے بلکہ آپ دینا چاہیں بھی تو لیتا کوئی نہیں۔ جاپان میں کم از کم ان گناہ گار آنکھوں کو تو ایک گدا گر بھی نظر نہیں آیا۔ غیرت شاید اسی چیز کا نام ہے۔ افسوس کہ یہ نہ صرف تیمور کے گھر سے رخصت ہوئی بلکہ اسلامی دنیا کے بیشتر حصے سے بوریا بستر لپیٹ گئی۔

فرانس کے نظامِ تعلیم کی نمایاں خصوصیت وہاں کے عظیم سکول ہیں جن میں داخلہ قومی سطح پر منعقد ہونے والے مقابلہ کے امتحان کے ذریعہ ہوتا ہے۔ جو خوش قسمت داخل ہوجاتے ہیں انہیں تین سے پانچ سال تک وہاں خوب رگیدا جاتا ہے۔ کامیاب ہو کر جو نکلتے ہیں وہ ایسے گوہر تابدار ہوتے ہیں جنہیں بے شمار ادارے ماتھے کا جھومر بنانے کیلئے بے تاب ہوتے ہیں۔

اس دوڑ میں ہم کہاں ہیں؟ نکتہ آغاز سے بھی پیچھے بلکہ مسلسل پھسلتے ہوئے..... ہر لمحہ منزل ہم سے دور بھاگتی ہوئی۔ ادارے تو کافی ہیں؛ معیار نہ ہے، نہ اس کی فکر ہے۔ خود غرضی کی چادر اوڑھے سب محوِ خواب ہیں۔ سرسید سے کہو قبر سے اُٹھے اور ان گراں خوابوں کو جگائے۔ یہ بھاری پتھر ان سے بھی اکیلے شاید نہ اٹھایا جاسکے۔ قافلہ عشاق کی ضرورت ہو گی جس میں آپ کو مجھے اور سب کو شامل ہونا پڑے گا۔ یاد رہے کہ قائداعظم نے کہا تھا کام کام اور کام۔ دورِ حاضر کا تقاضا ہے کہ تقدیر بنانا ہے تو تعلیم، تعلیم اور تعلیم پر تمام تر توجہ اور وسائل مرکوز کردیں۔

تعلیم کے فروغ کے لیے ان قوموں کے تعلیمی رجحانات ہمارے لیے ایک درخشندہ مثال کی حیثیت رکھتے ہیں، اگر مسلمان اپنی کھوئی منزل حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اپنے اسلاف کی میراث اور علوم کا احیا کرنا ہوگا جو ان سب سے بڑھ کر علوم کے والہ وشیدا تھے، انہوں نے تحصیل علم کے لیے میلوں سفر طے کیا اور مسلمانوں کو علم و تحقیق سے مالا مال ایک قوم بنا دیا۔

وفات حسرت آیات شیخ الحدیث مولانا محمد رفیق طویل علالت کے بعد ۳۰ر جولائی ۲۰۰۴ء بروز جمعۃ المبارک سمندری میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، ان کی نمازِ جنازہ شیخ الحدیث حافظ محمد امین آف اوڈانوالہ نے پڑھائی۔ مرحوم متعدد مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ مولانا ظفر اللہ (بانی جامعہ ابی بکر کراچی)، شیخ الحدیث مولانا عبد الرشید ہزاروی، مولانا شاہ عبد الشکور آف سانگلہ، مولانا عطاء الرحمن شیخوپوری اور قاری جاوید انور صدیقی کے علاوہ ایک جم غفیر نے ان سے کسبِ فیض کیا۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (ادارہ محدث)

www.KitaboSunnat.com